حافظ عبدالستار الحماد

"سیدنا ابراہیم کی داستانِ عزیمت"

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے

"و اذا ابتلٰی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن۔" (البقرہ : ۱۲۴)

یاد کرو کہ ابراہیم کو جب اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو وہ ان سب میں پورا اتر گیا۔

قرآن مجید کے مختلف مقامات پر ان کٹھن مراحل کی تفصیل بیان ہوئی ہے جن سے گزر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس بات کا اہل ثابت کر دیا تھا کہ انہیں بنی نوع انسان کی امامت و قیادت کا منصب سونپ دیا جائے۔ آپ کی پوری زندگی قربانی ہی قربانی ہے جو سخت آزمائشوں میں گزری۔ عمر بھر کفر و شرک سے برد آزما رہے اور جھوٹے خداؤں کی خدائی کا پردہ چاک کرتے رہے۔

آپ نے جس معاشرہ میں آنکھ کھولی تھی اس کی تمام مشینری کفر و شرک کے گرد گھومتی تھی۔ حکومت کا اس سے بھی برا حال تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد چونکہ اسی مشینری کے ایک اہم پرزہ اور حکومت کے ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے اس لیے وہ بھی کفر و شرک کے سیلاب میں بہہ گئے جس میں پوری قوم غرقاب تھی۔ حضرات انبیاء بھی قوم کا حصہ ہوتے ہیں لیکن ان کا معاملہ کچھ مختلف ہوتا ہے۔ چونکہ ان پاکیزہ ہستیوں نے ایک اہم منصب پر فائز ہونا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کی تعلیم و تربیت کا بندوبست اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ بدترین معاشرہ بھی ان کی پاکیزہ فطرت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیمؑ کو ابتدا ہی سے حق کی رہنمائی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین (انبیاء ۵۱)

اور ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت دی تھی اور ہم اُن کے حال سے واقف تھے پھر مشاہدۂ کائنات سے مزید پختہ ہو گئے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض ولیکون من الموقنین

"اور ہم اس طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔"

یہ رشد و ہدایت ملنے کا تقاضا تھا کہ وہ اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں چنانچہ "اول خویش بعد درویش" کے پیش نظر حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے اپنے باپ کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی اور بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ کہا

أتتخذ اصنامًا اٰلهة (انعام : ۷۴)

"کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہو؟"

اس دعوتِ فکر دینے کے بعد نہایت ادب و احترام سے حکیمانہ اور موثر انداز میں اپنے وعظ کا آغاز کیا۔ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئًا

ابا جان! آپ ایسی چیزوں کے سامنے کیوں سجدہ ریز ہیں (مریم : ۴۲)
جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی کسی کام آسکتی ہیں؟

یا أبت انی قد جاءنی من العلم ما لم یاتک فاتبعنی اهدک صراطا سویا (مریم ۴۳)

والدِ محترم! میرے پاس ایک ایسا علم پہنچا ہے جو آپ کو نصیب نہیں ہوا آپ میری بات مانیں۔ یقین کیجئے میں آپ کو سیدھی راہ بتاؤں گا۔

یا بت لا تعبد الشیطٰن ان الشیطٰن کان للرحمٰن عصیًّا ۝ (مریم : ۴۴)

پیارے باپ! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں حقیقت یہ ہے شیطان شروع ہی سے اللہ کا نافرمان ہے۔

یا أبت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمٰن فتکون للشیطان ولیا

ابا جان! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے (مریم : ۴۵)
عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے اور شیطان کے ساتھی بن جائیں گے۔

باپ نے بیٹے کی اس پند و نصیحت کو گستاخی پر محمول کیا اور پیشانی پر شکن ڈال کر حضرت ابراہیمؑ کو کہنے لگا۔

أراغب انت عن الهتی یا ابراهیم لئن لم تنته لأرجمنک واهجرنی ملیًّا

(مریم : ۴۶)

ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں پر چوٹ کرتا ہے؟ اگر تو اس قسم کے خیالات سے باز نہ آیا تو، تجھے پتھر مار مار کر ختم کر دوں گا۔ جا تو میری آنکھوں سے دور ہو جا۔

حضرت ابراہیمؑ یہ تلخ جواب سن کر رنجیدہ ہونے کی بجائے خندہ پیشانی سے جواب دیتے ہیں :۔ سلام علیکَ سأستغفر لکَ ربی انہ کان بی حفیا (مریم : ۴۷)

خوش رہو! آپ پر سلامتی ہو غائبانہ طور پر آپ کے حق میں دُعا کرتا رہوں گا کہ اللہ آپ کو معاف کرے۔ میرا اللہ تو بہت ہی مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔

گھر بار کی قربانی دینے کے بعد جب ابراہیم اپنے باپ سے جُدا ہوئے تو جاتے جاتے کلمہ حق کو پھر دُہرایا۔ اس امید پر کہ شاید اس سے میرے باپ کی اصلاح ہو جائے

واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسٰی ان لا اکون بدعاء ربی شقیاً " (مریم : ۴۸)

میں تمہیں بھی "الوداع" کہتا ہوں اور جن کی مورتیوں کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے ہو ان کو بھی "خیرباد" کہتا ہوں بلکہ میں اپنے رب کو پکارتے ہوئے اس کی توحید کا پرچم بلند کیے رکھوں گا۔ امید ہے کہ میں پروردگار کو یاد کر کے محروم نہیں رہوں گا۔

باپ یہ نعرۂ حق سن کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور غصہ سے افروختہ ہو کر بادشاہِ وقت کے پاس اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ دائر کرا دیتا ہے کہ ہمارے مذہبی دیوتاؤں کے متعلق میرے بیٹے کے خیالات اچھے نہیں ہیں۔ اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔

دوسری طرف حضرت ابراہیمؑ اپنی پوری قوم سے ٹکر لینے کی ٹھان لیتے ہیں اور جمہور کے بھرے مجمع میں کلمہ حق بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یوں ان کا مکالمہ شروع ہوتا ہے۔

ابراہیم :۔ "ماھٰذہ التماثیل التی انتم لھا عٰکفون" (الانبیا : ۵۲)

یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کے تم اتنے گرویدہ ہو؟

قوم ـــ نعبد اصناما فنظل لھا عاکفین ۝ (شعراء : ۷۱)

ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کی خدمت میں لگے رہتے ہیں

ابراہیم ـــ أئفکا آلھۃ دون اللہ تریدون ۔ (صٰفٰت : ۸۶)

بدبختو! کیوں جھوٹے بنا کر اللہ کے علاوہ بناوٹی دیوتاؤں کو پوجتے ہو؟

اگر تم انہیں اپنا روزی رساں سمجھتے ہو تو یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے۔

" لا یملکون لکم رزقًا " (عنکبوت : ۱۷) یہ نہیں روزی دے سکتے۔ بلکہ اگر تمہیں روزی کی ضرورت ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرو

فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون (عنکبوت : ۱۷)

رزق صرف اللہ سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو۔ اس کی نعمتیں استعمال کرنے کے بعد اس کا شکریہ ادا کرو۔ آخر کار تم نے اسی کے پاس واپس جانا ہے۔

قوم :- ابراہیم ہمیں خواہ مخواہ چکر میں نہ ڈالو ہم تو سیدھی بات جانتے ہیں اور آپ سے کہہ دیتے ہیں :- وجدنا آباءنا لہا عابدین (انبیاء : ۵۳)

ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پرستش کرتے ہوئے پایا ہے (اس لیے ہم بھی انکے گرویدہ ہیں)

ابراہیم :- عقل مندوں والی بات کرو۔ بھلا یہ بھی کوئی معقول جواب ہے ؟

لقد کنتم انتم وآباءکم فی ضلال مبین ۞ (الانبیاء : ۵۴)

تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں گھرے رہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب دیکھا کہ قوم ڈھٹائی پر اتر آئی ہے تو غصہ سے کہنے لگے۔

فما ظنکم برب العالمین ۞ (صٰفٰت : ۸۷)

آخر پروردگار عالم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟

اس آخری فقرہ نے قوم کے ذہین طبقہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ حیران ہو کر پوچھنے لگے۔

اجئتنا بالحق ام انت من اللٰعبین (الانبیاء : ۵۵)

کیا واقعی آپ ہمارے پاس حق لے کر آئے ہیں ؟ یا ہم سے کھیل کی باتیں کرتے ہو ؟

ابراہیم :- اب بھی کوئی شک ہے ؟ زمین و آسمان کی بناوٹ اور کائنات کی ساخت پر غور کرو تو حقیقت عیاں ہو جائے گی۔

بل ربکم رب السمٰوٰت والارض الذی فطرھن و انا علی ذٰلکم من الشاھدین ۞ (الانبیاء : ۵٦)

بلکہ تمہارا پروردگار زمین و آسمان کا بنانے والا ہے جس نے اُن کو پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر گواہ ہوں۔

حضرت ابراہیم قوم کے ذہین طبقہ کو جھنجھوڑنے کے بعد اپنے رب کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں۔

الذی خلقنی فھو یھدین ہ والذی ھو یطعمنی ویسقین ہ
واذا مرضت فھو یشفین ہ والذی یمیتنی ثم یحیین ہ
والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین (شعراء : ۷۸تا ۸۲)

میرا وہ رب ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے جو میرا روزی رساں اور پانی دیتا ہے۔ بیماری کے وقت مجھے شفا دیتا ہے جو مجھے موت دے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔

حضرت ابراہیم قوم کے ذہنی دیوتاؤں کا پردہ چاک کرنے کے بعد دوسرے معبودوں کی طرف قوم کو متوجہ کرتے ہیں تاکہ ان پر نادانی اور جہالت واضح ہو جائے۔ اور وہ خود سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے پہلے قوم کے مقدمات و دعاوی کو تسلیم کیا پھر ان کی بے بسی اور بے چارگی واضح فرمائی چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک موقع پر ستاروں بھری رات میں چمکتے ہوئے ایک ستارے کو دیکھ کر کہا ھذا ربی یعنی یہ میرا رب ہے۔ جب وہ چھپ گیا تو قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ یہ تو خود زوال پذیر ہے لہذا رب بننے کے قابل نہیں۔ اس لیے میں اسے رب تسلیم نہیں کرتا۔ فلما افل قال لا احب الافلین (انعام : ۷۶)

جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے مجھے غائب ہو جانے والے پسند نہیں۔

اس کے بعد چاند طلوع ہوا تو اسے بھی ھذا ربی یعنی یہ میرا رب ہے (لیکن جب وہ بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک ایسا جملہ کہا جس سے چاند کے رب ہونے کی نفی کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی طرف بھی اشارہ تھا فرمایا۔

لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین ہ

اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں کہ چونکہ نظامِ فلکی میں یہ سب سے بڑا ستارہ ہے اس لیے "یہ میرا رب ہے۔ ھذا ربی ھذا اکبر (انعام : ۷۸) لیکن وہ بھی سرزمین عراق میں غروب ہو گیا تو حضرت ابراہیم نے قوم کو لاجواب کرنے کے لیے اصل حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا۔ یٰقوم انی بریٓء مما تشرکون ٥ (انعام : ۷۸)

لوگو جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں اُن سے بے زار ہوں۔ میں تمھارے مشرکانہ عقائد سے بیزار ہوں۔ اس اعلان کے بعد قوم کے تمام ہتھیار بے کار ہو گئے۔ اور صدائے حق قبول کرنے کی بجائے اُلٹا حضرت ابراہیمؑ کو ڈرانے دھمکانے لگے۔ کہ تو نے ہمارے بتوں کی توہین کی ہے اس لیے یہ خود ہی انتقام لیں گے۔ وحاجّہ قومہٗ (الانعام ۸۰) اور ان کی قوم (اپنے معبودوں کے متعلق) حضرت ابراہیم سے جھگڑنے لگی۔

سیدنا ابراہیمؑ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ دلائل و براہین کے لحاظ سے قوم پر خانہ ساز دیوتاؤں کی عاجزی اور درماندگی تو ظاہر ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود مجھ سے بحث کرتے اور جھگڑتے ہیں مستزاد یہ کہ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں کہ ہمارے معبود خود انتقامی کارروائی کریں گے تو میدان میں آ گئے ڈٹ کر کہنے لگے۔

أتحاجونی فی اللہ وقد ھدٰان ولا اخاف ما تشرکون بہ الا أن یشاء ربی شیئاً (انعام ۸۰)

"تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ کے معاملہ میں سے جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے صراطِ مستقیم پر چلایا ہے میں تمھارے بناوٹی خداؤں سے نہیں ڈرتا ہاں میرا پروردگار جو چاہے وہ ہو کر رہے گا۔"

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ

وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطٰناً " (انعام : ۸۱)

آخر میں تمھارے من گھڑت دیوتاؤں سے کیسے ڈروں جب کہ تمہیں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرتے ہوئے ڈر نہیں لگتا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔

آخر کار ایک دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو بتوں کی بے بسی اور بے چارگی کا عملی مشاہدہ کرانے کے لیے ایک خفیہ سکیم تیار کی اور قوم کے سامنے اُن کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے کہہ دیا: تاللہ لاکیدن اصنامکم (انبیاء: ۵۷)

"اللہ کی قسم! میں ان سے ضرور نپٹ لوں گا"

ایک دن قوم اپنا مذہبی تہوار منانے کے لیے باہر جانے لگی تو لوگوں نے حضرت ابراہیم سے بھی ساتھ چلنے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو بیمار ہوں۔ آپ کا یہ عذر سُن کر وہ چل دیے۔ اب حضرت ابراہیمؑ کو موقعہ ہاتھ آگیا کہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ چنانچہ آپ چپکے سے اس مندر میں گھُس گئے جہاں قوم کے "بے بس خدا" پڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے سامنے شیرینی وغیرہ رکھی ہوئی تھی۔ ابراہیم ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ألا تاکلون ۵ مالکم لا تنطقون (صافات: ۹۱، ۹۲)

تم کھاتے کیوں نہیں ہو تمہیں کیا ہوا (میری بات کا جواب دینے کے لیے) بولتے کیوں نہیں ہو۔

غیرتِ ایمانی کی وجہ سے جوش آیا اور کلہاڑا اٹھایا اور ان پر خوب ہاتھ صاف کیا۔

فراغ الیھم ضربا بالیمین ۵ (صافات: ۹۳)

پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ سے مارنا اور توڑنا شروع کر دیا۔

تمام بتوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالا پھر بڑے دیوتا کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر واپس آگئے تاکہ قوم اُن کے متعلق ان کی طرف رجوع کرے۔

فجعلھم جذاذا الا کبیرا لھم لعلھم الیہ یرجعون (انبیاء: ۵۸)

ترجمہ: پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک (بڑے بت) کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

جب قوم میلے سے واپس آئی تو اپنے معبودوں کے ٹکڑے دیکھ کر ان کے اوسان خطا اور حواس باختہ ہو گئے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ یہ ہتک آمیز اور گھناؤنا فعل کس نے کیا ہے؟

"من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظالمین" (انبیاء: ۵۹)

ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ وہ تو کوئی ظالم ہے"

ان میں سے ایک نے کہا کہ ابھی تھوڑے سے ہی دنوں کی بات ہے کہ ابراہیم نامی ایک شخص نے ہمارے دیوتاؤں کے متعلق ایک اسکیم تیار کی تھی۔ نیز وہ اکثر ان کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ عین ممکن ہے یہ اسی کی حرکت ہو۔

قالوا سمعنا فتیٰ یذکرھم یقال لہ ابراھیم (انبیاء: ٦٠)

لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔

جمہور کے کہنے پر حضرت ابراہیم کو بھرے مجمع میں بلا لیا گیا اور کہا گیا کہ یہ تمھارا فعل ہے؟

أأنت فعلت ھذا بآلھتنا یا ابراھیم (انبیاء: ٦٢)

انھوں نے پوچھا کہ ابراہیم! ہمارے معبودوں کے ساتھ بھلا یہ کام تم نے کیا ہے؟

مخالفین پر حجت قائم کرنے اور اپنی قوم سے ان دیوتاؤں کی بے بسی کا اقرار کرانے کے لیے ابراہیم نے کہا کہ یہ فعل تمھارے بڑے داتا کا ہے۔ اگر وہ بولتے ہیں تو ان سے دریافت کر لو۔

قال بل فعلہ کبیرھم ھٰذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون (انبیاء: ٦٣)

(ابراہیم نے) کہا (نہیں)، بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا۔ اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔

آخر کار شرمندہ ہوئے ان کے ضمیر نے انہیں ملامت کی اور اپنی زبان سے اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ تو بولتے نہیں ہیں۔

فرجعوا الیٰ انفسھم فقالوا انکم انتم الظالمون ○ ثم نکسوا علیٰ رؤوسھم لقد علمت ماھٰؤلاء ینطقون ○ (انبیاء: ٦٤، ٦٥)

انھوں نے اپنے دل میں غور کیا تو آپس میں کہنے لگے کہ یقیناً تمہی بے انصاف ہو۔ پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اور اس پر بھی ابراہیم سے کہنے لگے کہ) تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔

سیدنا ابراہیم کو اب موقعہ ہاتھ آ گیا۔ فوراً بولے انتہائی افسوس ہے کہ حقیقی معبود کو چھوڑ کر ایسے دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے نفع یا نقصان کے مالک نہیں کچھ عقل سے کام لو۔ ایسے ناکارے بھی عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں جو اپنا دفاع نہیں کر سکتے۔

افتعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم ٥

اف لکم و لما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون (انبیا ۶۶-۶۷)

پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں تف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے رہو۔ ان پر بھی کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو۔

حضرت ابراہیم نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے ان کے عقائد و نظریات پر ایک دوسرے انداز سے ضرب کاری لگائی اور فرمایا۔

أتعبدون ما تنحتون ٥ واللہ خلقکم وما تعملون ٥ (صافات: ۹۰، ۹۶)

تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو حالانکہ تمہیں اور جو تم بناتے ہو اسے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے

سیدنا ابراہیم علیہم السلام کی اس مبنی برحقیقت گفتگو کے بعد قوم لاجواب ہوگئی۔ البتہ انھوں نے بادشاہِ وقت کو مطلع کیا کہ حالات بہت سنگین ہو رہے ہیں۔ اگر بروقت ابراہیم کا نوٹس نہ لیا گیا تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ بادشاہ وقت کے پاس چونکہ ابراہیم کے باپ نے پہلے ہی ایک مقدمہ "ہتک دیوتائی" دائر کر رکھا تھا اعیان قوم کی گفتگو نے اس جلتی آگ پر تیل کا کام دیا۔ چنانچہ تفتیش و تحقیق کے لیے سیدنا ابراہیم کو حاکم وقت کے روبرو پیش ہونا پڑا۔ اس وقت عراق کے سربراہ کا لقب نمرود ہوتا تھا۔ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ دوسرے دیوتاؤں کی طرح اس کی بھی پرستش ہوتی تھی۔ نمرود نے دل میں سوچا اگر اس شخص کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں تو میری رعایا بھی "خانہ ساز الوہیت" سے برگشتہ ہو جائے گی۔ اس لیے اس ابھرتی ہوئی طاقت کو ابھی سے کچل دینا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے سیدنا ابراہیمؑ سے پہلا سوال کیا کہ قوم کے ساتھ آپ کا "ما بہ النزاع" کیا معاملہ ہے؟ ہمارے آبائی دین کی کیوں مخالفت کرتا ہے میری "دلوہیت" سے تو کیوں انکار کرتا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے نہایت سنجیدگی اور وقار کے ساتھ فرمایا کہ میں خالق کائنات کا پرستار ہوں وہی تمام کائنات کا مالک ہے مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں ہوسکتا۔ تو بھی میری طرح ایک انسان ہے۔ آخر تجھ میں

وہ کون سی خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے تیرے سامنے جبینِ نیاز جھکائی جائے۔ یہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے التجائیں کی جائیں۔ اور انہیں حاجت روا یا مشکل کشا سمجھا جائے۔ نمرود نے کہا کہ میرے علاوہ اگر کوئی تیرا رب ہے تو اس کا کوئی ایسا وصف بیان کرو جو مجھ میں نہ پایا جاتا ہو۔ اس پر حضرت ابراہیم نے فرمایا

ربی الذی یحیی و یمیت البقرہ : ۲۵۸) میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے

نمرود جو موت و حیات کی حقیقت سے قطعی نا آشنا تھا کہنے لگا کہ یہ بھی کوئی امتیازی وصف ہے یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ انا احیی و امیت (بقرہ : ۲۵۸) میں بھی زندہ کرنے اور مارنے کا کام سر انجام دے سکتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے ایک بے گناہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور دوسری طرف قتل میں سزا یافتہ مجرم کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم فوراً سمجھ گئے کہ یہ کج فہم قوم کو مغالطہ دینا چاہتا ہے۔ اگر موت و حیات کی فلسفیانہ بحث چھڑ گئی تو الجھاؤ در الجھاؤ کی ایک طویل گفتگو کا آغاز ہو جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاملہ سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جائے گا۔ اس لیے سیدنا ابراہیم نے گفتگو کا رخ ایک دوسری جانب موڑتے ہوئے کہا۔

فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فأت بہا من المغرب" (بقرہ ۲۵۸)
اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (اگر تمہارا خدائی دعویٰ ہے تو) اسے مغرب سے نکال دیجئے۔

اس سے نمرود لاجواب ہو گیا کیونکہ حق اپنے آپ کو خود منواتا ہے اسے کسی خارجی سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اب حق واضح ہو چکا تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اظہارِ ندامت کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک جاتے اور بسر و چشم قبول کر لیتے لیکن ستیاناس ہو خود ساختہ عزتِ نفس اور پندار کا کہ وہ ہمیشہ قبول کے لیے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ بادشاہ سے لے کر رعایا تک تمام غیظ و غضب کی وجہ سے پھٹے جا رہے تھے۔ تمام نے متفقہ فیصلہ کر لیا کہ اب ابراہیم پر دیوتاؤں کی گستاخی کا جرم ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اسے زندہ جلا دیا جائے گا تا کہ آئندہ کسی کو اس قسم کی "غلط حرکت" کرنے کی جرأت نہ ہو کہنے لگے۔

حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین " (انبیاء : ۶۸)

اگر تمہیں (اس سے اپنے دیوتاؤں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔

بعض نے قتل کر دینے کی تجویز پیش کی۔

فما کان جواب قومہ إلا أن قالوا اقتلوہ او حرّقوہ (عنکبوت: ۲۴)

قوم کے لوگوں نے کہا اسے قتل کرو یا زندہ جلا دو

آخر کار زندہ جلا دینے پر اتفاق ہوا۔ اس کے لیے یہ طے ہوا کہ آگ کا بہت بڑا الاؤ تیار کر کے ابراہیم کو اس میں پھینک دیا جائے۔

قالوا ابنوا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم (صافات :)

کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ کے الاؤ میں ڈال دو

چنانچہ انھوں نے دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں حضرت ابراہیم کو پھینک دیا لیکن اللہ تعالٰے نے ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

فارادوا بہ کیداً فجعلنٰھم الاسفلین (صافات : ۹۸)

انہوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی ہم نے انہیں ناکام کر دیا۔ ان کی ناکامی اس صورت میں سامنے آئی کہ حضرت ابراہیم کو معجزانہ طور پر آگ سے محفوظ رکھا۔ فانجٰہ اللہ من النار (عنکبوت: ۲۴)

اللہ تعالٰی نے آگ کو حکم دے دیا کہ خبردار! تیرے پاس میرا مہمان آ رہا ہے اس کا ایک بال بھی نہ جلنے پائے۔

قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم ۰ وارادوا بہ کیداً فجعلنٰھم الاخسرین ۰ (انبیاء ۶۹، ۷۰)

ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (باعث) سلامتی (بن جا) ان لوگوں نے تو ان کا برا چاہا تھا مگر ہم نے انہیں کو نقصان میں ڈال دیا۔ در اصل سیدنا ابراہیم اور اس کی دعوت کے خلاف حکومتی سطح پر ایک بدترین قسم کی کھونڈی سازش کی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس قدر حق کی وضاحت کے باوجود کوئی بھی اسے قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ صرف آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام نے آپکی دعوت پر لبیک

تھا اور آپ کا ساتھ دیا اور بس۔

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ اس سرزمین میں زرخیزی کے آثار نہیں ہیں۔ اس میں بیج بوکر اسے ضائع کرنا ہے تو وہاں سے چل دیئے۔

وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین ٥ (صافات : ۹۹)

اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانیوالا ہوں وہ مجھے ضرور رستہ دکھلائے گا۔ وقال انی مھاجر الی ربی انه ھو العزیز الحکیم ٥ (عنکبوت : ۲٦)

اور ابراہیم کہنے لگے میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے آزمایا۔ ہر امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے الثنہ بلاء عظیم کا آغاز اب ہوتا ہے وہ یوں کہ آپ صرف ایک بیوی اور ایک بھتیجے کو لے کر ملک سے نکلے تھے۔ اس وقت فطرتاً آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی صالح اولاد عطا فرمائے جو اس غریب الوطنی میں میرا غم غلط کرے اللہ کے حضور دعا مانگی۔ ربّ ھب لی من الصالحین (صافات : ۱۰۰)

اے پروردگار! مجھے نیک اور صالح بیٹا عطا فرما

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

فبشرناہ بغلٰمٍ حلیم ٥ ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

جب بچہ پیدا ہوا اور دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اسے اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا اشارہ ہوا۔ اس کا تذکرہ اپنے لخت جگر سے کیا کہ بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ اس سے ابراہیمؑ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جس صالح اولاد کی انھوں نے دعا مانگی تھی وہ فی الواقع کس قدر صالح ہے۔ آیا وہ اللہ کی خوشنودی پر جان قربان کر دینے پر تیار ہے جب بیٹے نے جواب دیا اباجان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ آخر کار ابراہیم نے اس قربانی کو عملی شکل دینے کا عزم کر لیا۔ اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے اسے ماتھے کے بل گرا دیا تاکہ ذبح کرتے وقت بیٹے کا چہرہ دیکھ کر کہیں محبت و شفقت

ہاتھ نہ سنیش پیدا کر دے جب اللہ تعالیٰ نے یہ منظر دیکھا کہ بوڑھا باپ اپنے ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کو محض ہماری خوشنودی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہے اور بیٹا بھی گلا کٹوانے کے لیے راضی ہے تو دریائے رحمت نے جوش مارا اور آواز آئی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا ہمارا مقصد تمہارے ہاتھوں بچے کو ذبح کرا دینا نہ تھا بلکہ اصل مقصد تمہارا امتحان لینا تھا کہ تم ہمارے مقابلے میں دنیا کی کسی چیز کو عزیز تو نہیں رکھتے۔

یہ آخری امتحان تھا جس میں حضرت ابراہیم پوری طرح کامیاب ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا شہرہ ہمیشہ تک کے لیے دنیا میں باقی رکھا۔ یہ ان سخت آزمائشوں کی مختصر روئداد ہے جن سے گزر کر حضرت ابراہیم نے اپنے آپ کو اس بات کا اہل ثابت کیا تھا کہ انہیں بنی نوع انسان کا امام بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کی زندگی کی طرح ہمیں بھی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ اداریہ

ہمارا وفاقی حکومت سے پر زور مطالبہ ہے کہ وہ پاکستان کی عظمت اور وقار کی خاطر کسی مصلحت کو پیش نظر نہ رکھے اور اس گھناؤنے کاروبار میں ملوث کوئی کتنا با اثر ہی کیوں نہ ہو اُسے سخت سے سخت سزا دی جائے اور اس کے مکروہ کردار کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا جائے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت اس اہم مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرے گی اور ہنگامی بنیادوں پر مسئلہ کا حل نکالے گی۔

بقیہ نقد و تبصرہ

کے بعد ص کی علامت ڈالی گئی ہے جو کسی صورت میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ دورانِ تحریر درود لکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں ان پیش کردہ امور کی اصلاح کر دی جائے گی۔ تاہم کتاب سے استفادہ کرنے کی ہم پر زور سفارش کرتے ہیں۔ کتابچے کے حصول کے لیے دیے گئے ایڈریس پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

(ابو محمد الحماد)